درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

ایک دوسرے کے اموال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْ کُلُوْۤا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًاo وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا ط وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًاo

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ کوئی تجارت آپس کی رضامندی سے ہو۔ اور مت قتل کروا پنی جانوں کو۔ بے شک اللہ تم پر بہت مہربان ہے اور جو شخص زیادتی اور ظلم اختیار کرے گا تو عن قریب ہم اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔'' (النساء: ۲۹،۳۰)

تفہیم وتشریح:

یہ سورۃ نساء کی انتیسویں اور تیسویں آیت ہے۔ سورۃ نساء میں زیادہ تر رشتے داروں، وراثت وتجارت اور گھریلو معاشرت سے تعلق رکھنے والے بعض احکام کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا آیتوں میں تین حکم مذکور ہیں۔ ایک تجارت سے متعلق دوسرا رزق حلال اور تیسرا قتل نفس سے متعلق ہے۔ پہلا حکم یہ ہے کہ آپس میں باطل طریقے سے مال نہ کھاؤ۔ باطل طریقے سے مال کھانے یا کمانے کا مطلب یہ ہے کہ چوری،، ڈکیتی، قمار خیانت وغیرہ کے ذریعے مال کمایا جائے۔ تفسیر بحرالمحیط میں ہے کہ اس آیت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص اپنا ہی مال ناجائز طور پر کھائے۔ مثلاً ایسے کاموں میں خرچ کرے جو شرعاً ناجائز وحرام ہیں۔ اس آیت کی رو سے یہ بھی ممنوع ہے۔

تجارت پیشہ لوگوں کے لیے اس آیت میں خاص تنبیہ ہے کیونکہ تجارت کی سطح پر بے شمار ایسے طریقے رائج ہیں جو مال کے ناجائز حصول کا ذریعہ ہیں۔ خصوصاً موجودہ جدید دور میں بینکنگ سسٹم کے ذریعے مال کا ناجائز حصول تو بہت آسان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بینکنگ سسٹم سرمایہ دارانہ نظام کا مالیاتی سطح پر خاص شعبہ ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی سود، سٹہ، غصب اور ظالمانہ ٹیکسوں پر ہے۔

مالِ ناجائز کے حصول کے دیگر ذرائع میں ناپ تول میں کمی، گھٹیا مال کو بڑھیا مال کہہ کر بیچنا' ایسی پراڈکٹ جس کی میعاد ختم ہو چکی ہو' فروخت کرنا، کوئی مال ہزار روپے میں لیا ہو مگر یہ کہہ کر بیچنا کہ میں نے بارہ سو میں خریدا ہے اور میں اصل قیمت پر دے رہا ہوں۔ کرائے کے مکان پر قبضہ کر لینا اور حکومتی قوانین کا ناجائز سہارا لیتے ہوئے مالک مکان کو کم کرایہ دینا یا بالکل نہ دینا، بعض کمپنیوں کے پرچیز آفیسرز اس طرح بھی کرتے ہیں کہ مثلاً کوئی چیز پانچ سو کی خریدی اور کیش میمو آٹھ سو کا بنوالیا۔ اضافی رقم کمپنی سے وصول کر کے اپنی جیب میں ڈال لی۔ یہ تمام طریقے اور جن سے شریعت نے منع

فرمایا ہے، باطل ہیں۔

جائز تجارت کی فضیلت:

زیرِ درس آیت کے دوسرے حصے میں فرمایا گیا ہے **اِلَّآ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ** یعنی دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو بذریعہ تجارت باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو۔ جائز طریقے وہ ہیں جنہیں شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً عاریت، ہبہ، صدقہ، میراث، کرایہ اور اجارہ وغیرہ۔ ان سب سے افضل طریقہ مال کے حصول کا تجارت ہے ایسا تاجر جو امین ہے، سچائی پر یقین رکھتا ہو اس کی بہت بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوۡقُ تَحۡتَ ظِلِّ الۡعَرۡشِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ

''سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔''

ایک دوسری حدیث میں ارشادِ گرامی ہے: **اَلتَّاجِرُ الصَّدُوۡقُ الۡاَمِیۡنُ مَعَ النَّبِیِّیۡنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ**

''سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

سچے تاجر کا اتنا بڑا مرتبہ یوں ہی نہیں ہے۔ تجارت ایسا پیشہ ہے جس میں خیانت، جھوٹ، دغا بازی، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی کرنا نہایت آسان ہے اور تاجر کے لیے یہ بات بھی نہایت آسان ہے کہ وہ تین نمبر مال کو ایک نمبر کہہ کر بیچ دے یا کسی چیز میں بڑی مقدار کے ساتھ ملاوٹ کر کے اپنی رقم کھری کرے۔ تاجروں کا کوئی گروہ بڑی مقدار میں کسی جنس کو پہلے بازار سے غائب کرا دے پھر اسے لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر دگنے تگنے منافع پر بیچے۔ اتنی آسانیوں کے ہوتے ہوئے جو تاجر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پاسداری کرے۔ تقویٰ اختیار کرے، زیادہ پر تھوڑے کو ترجیح دے۔ انسانی جانوں کے ساتھ کھیلنے کا مکروہ دھندا نہ کرے یقیناً ایسا تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

قتلِ نفس کی ممانعت:

زیرِ درس آیت میں تیسری بات قتلِ نفس کی ممانعت ہے۔ **ولا تقتلوا انفسکم**......اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس سلسلے میں مفسرین نے تین طرح کے قول ذکر کیے ہیں:

(۱) حرام کھا کر اپنی جانوں کو قتل نہ کرو کیونکہ آخرت کا عذاب دنیاوی قتل سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے۔

(۲) آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔

(۳) خودکشی نہ کرو۔

اس آیت میں تینوں مفہوم داخل ہیں اور تینوں حرام ہیں۔ اکثر مفسرین نے آخری قول کو ترجیح دی ہے۔ یہاں چند لمحے رک کر غور کیجیے کہ اس حکم سے پہلے ایک دوسرے کے اعمال کو باطل طریقے سے کھانے کی ممانعت ہے۔ معاً بعد ''قتلِ نفس''، یعنی خودکشی کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمومی طور پر جب کوئی فرد اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا

ہے اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی جان ختم کرتا ہے تو اس کے پیچھے معاشی ناانصافیاں کارفرما ہوتی ہیں۔ جب کسی معاشرے میں سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ ظلم وتعدی پر مبنی معاشی پالیسیاں ترتیب دیتے ہیں تو منطقی طور پر معاشرہ دو طبقوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ ایک وہ جو اشیاءِ صرف کی ناجائز تجارت کرکے امیر سے امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو نانِ شبینہ کا بھی محتاج ہے۔ موخرالذکر طبقے میں جب معاشی ناآسودگی کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں تو خودکشیاں عام ہونے لگتی ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں اہل ایمان پر واضح کیا گیا کہ وہ آپس میں باطل طریقے سے اموال حاصل نہ کریں۔ تاکہ معاشرے میں معاشی ناہمواریوں کا سدباب ہوسکے اور یہ بھی فرمادیا گیا کہ شرعی حدود کے دائرہ میں رہ کر مال کمایا جائے۔

اسلام میں خودکشی حرام ہے جو شخص خودکشی کرتا ہے' اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کے پالن ہار ہونے اور رزق کے خالق ومالک کے بارے میں بے یقینی اور ناامیدی کا شکار ہوگیا ہے اور وہ شاہراہِ حیات کی کٹھنائیوں سے دل برداشتہ ہوکر اپنی جان کے درپے ہوگیا ہے۔ چنانچہ خودکشی کی شدید وعید آتی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''جس شخص نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کرلی وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ گرتا اور چڑھتا رہے گا۔ جس شخص نے زہر پی کر خودکشی کرلی' اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ اس کو پیتا رہے گا۔ جس شخص نے کسی لوہے کی چیز سے خودکشی کرلی۔ اس کا وہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس لوہے کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔'' (بخاری)

اللہ بڑے مہربان ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمۡ رَحِیۡمًا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں۔ مطلب یہ کہ اس کے احکام انسانی معاشرے کی فلاح کے لیے ہیں۔ ان کو ماننے میں دنیا کی بھلائی بھی ہے۔ آخرت کی بھی۔ بسااوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ یہ احکام بہت مشکل ہیں۔ حالانکہ درحقیقت ان میں آسانی ہی آسانی پنہاں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حساب لینے پر قادر ہیں۔ اگر کوئی فرد یا گروہ اس تسلی کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ غفور، رحیم اور مہربان ہیں۔ اس کے احکام اور اس کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ سرقہ، ڈاکہ، خیانت کرتا ہے۔ تجارت کے پیشے میں دیانت سے کام نہیں لیتا یا اللہ تعالیٰ کے دربار سے مایوس ہوکر خودکشی جیسا انتہائی فعل انجام دیتا ہے تو اس کا داخلہ جہنم میں ہوگا۔ جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا **و من یفعل ذٰلک عدوانا و ظلماً فسوف نصلیه نارا و کان ذلک علی الله یسیراً**

یاد رکھیے' اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ اس کے مُلک اور مِلک سے کوئی چیز باہر نہیں۔ موت سے پہلے نہ موت کے بعد وہ عذاب وعقاب پر قادر ہے وہ جیسے چاہے عذاب دے سکتا ہے۔

تو اے اہل ایمان! کیوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اس کے عذاب کو دعوت دی جائے؟ اور کیوں نہ اس کی اطاعت وفرماں برداری کرکے اس کی رحمت ومغفرت اور رضا کا مستحق ہوا جائے؟